DOI: https://doi.org/10.52541/fn.v59i4.1239

مملکت خداداد پاکستان کے صوبہ سندھ میں حق میراث برائے خواتین کے موانع

عبدالحئ مدنی❁

Impediments to the Women's Right to Inheritance in Sindh, Pakistan

Abdul Hai Madnī❁

Abstract: *Islamic sharīʿah has outlined human rights for all individuals; men, women, adults, and minors. It has placed strong stress on the rights of women ranging from their right to education to their right to inheritance. However, these rights are violated across the globe and Pakistan is no exception. Several cases of women's rights violation have been discussed and one of the most commonly violated rights is their right to inheritance. Women are not given their fair share in inheritance although they are entitled to inherit according to the sharīʿah and Pakistani law. This violation has also been observed in the province of Sindh which consists of 94 tehsils of 23 districts, and 18 towns. This paper discusses women's inheritance issues in urban and rural areas of Sindh. There are some local customs which lead to the deprivation of women from inheritance like "wanī, kārōkārī, wattah sattah, marriage with the Qur'ān, court marriage, dowry, etc. A survey questionnaire was administered in all the districts of rural and urban areas of Sindh which yielded significant results. According to the findings, only 35% of women inherit their share whereas 30% of women relinquish their share willingly and 10% of women are unaware of their rights. The rest of the 25% of women are forced to give up their inheritance. Some recommendations have been mentioned to eliminate the adverse effects of these customs and raise awareness of women about their legal rights and the responsibility of the state in this regard.*
Keywords: *Sharīʿah, women, inheritance, vani, karokarī, Sindh*

Summary of the Article

Under Islamic *Sharīʿah*, Women have the right to inherit like men. According to Pakistani laws, women have a share in inheritance but in some aspects, it differs from Islamic inheritance law. However, women are denied their right to inherit due to societal concerns. They seldom get their share in inheritance and the factors contributing to this deprivation are family, legal complexities, parents, siblings, and social and cultural barriers.

According to the statistics and some recent research, some women forego their inheritance to avoid bloodshed and some give up their basic right to inherit at their parent's request. Studies also show that many times, brothers do not want their sisters to have a share in the inheritance which is indicated as one of the main reasons for the deprivation of inheritance.

❁ پروفیسر، این ای ڈی یونی ورسٹی، کراچی۔

❁ Professor NED University Karachi.

This article mainly focuses on the province of Sindh and studies the prevalent attitudes towards women's right to inheritance. In this respect, it also signifies the obstacles faced by women of Sindh in securing their legal right of inheritance. They are threatened by their parents and siblings with ending the relationship permanently if they approach the law to assert their rights. As a result, women could not do so. Therefore, women often have to relinquish their right to inherit. It is too complicated to get justice from the courts. It takes a long period and justice is seldom served. So, women often refrain from litigation and give away their right to inherit.

This survey highlights that 64% of women in this area reported that women in their families were given their share from inheritance under the *sharī'ah.*

According to a survey, 80 % of women consider that women should be given their share in inheritance but 15 % of them made no comment because they do not know what to answer. This research quantifies the data of the survey and presents qualitative results for women's rights to inheritance. Depriving any individual of their basic rights is considered a sin. Islamic *sharī'ah* has outlined human rights for all individuals, be they men, women, adults, or minors. The study reveals that women's inheritance rights are relatively preserved in Sindh however still there are occasions where females have been denied inheritance rights owing to societal, cultural and family system constraints.

In this regard, this study recommends that special education about inheritance should be given to people (male and female) in rural areas. Females in villages should be facilitated to approach the court for their rights. Special benches for this issue must be constituted in every court. Laws about inheritance must be implemented strictly. Violating persons must be punished to eliminate this sin. Through this research, women's rights are addressed for the promotion of women in the Sindh province.

تعارف

دنیا کے مختلف ممالک اور اقوام میں انتقال جائداد کے متعدد طریقے رہے ہیں، جن میں وصیت کے ذریعے وراثت کا حصول ایک قدیم ترین طرز عمل ہے۔ان طریقہ ہاے کار میں عموماًیہ فرض کر لیا گیا تھا کہ جائداد کا مالک خود بہتر سمجھتا ہے کہ اس کے مرنے کے بعد اسے کس طور پر اور کن کے درمیان تقسیم ہونا چاہیے۔اسلامی قانون سے قبل اہل روما کے قانون وراثت کو بہت شہرت حاصل ہے اور آج بھی بہت سے یورپی ممالک کے قوانین کا مآخذ یہی اہل روما کا قانون ہے۔ قانون روما میں بھی بنیادی طور پر وصیت کے طریق کار کو اپنایا گیا، لیکن اگر کوئی فرد بغیر وصیت کیے دنیا سے رخصت ہو جاتا تو ایسی صورت میں اس کا ترکہ جن اشخاص کو منتقل ہوتا تھا ان میں حقیقی اولاد کو فوقیت حاصل ہوتی تھی اور ان کی عدم موجودگی میں یہ حصہ بھائیوں اور چچاؤں میں بھی منتقل ہو جاتا تھا، مگر اس

قانون روما کے تحت وراثت میں آزاد شدہ اور تبنیت میں دیے ہوئے بیٹے وراثت سے محروم ہو جاتے تھے۔ وہ بیٹیاں جن کے نکاح ہو جاتے اور شوہر کے زیر اختیار زندگیاں بسر کر رہی ہوتیں، انھیں بھی والد کی جائداد میں سے کوئی حصہ نہیں ملتا تھا۔ متوفی کے ورثا میں سے خواتین کو حصہ نہیں ملتا تھا سوائے حقیقی بہنوں کے۔

وراثت کے اعتبار سے یہ وہ حالات تھے جن میں شریعت اسلامیہ نے ایک ہمہ گیر اور آفاقی ضابطہ وراثت عطا کیا۔ گو کہ ابتداے اسلام میں وصیت کا اصول کار فرما رہا۔ ہر شخص اپنی زندگی میں وصیت کے ذریعے اپنے وارثوں کے حصے اور حقوق متعین کر دیتا تھا، لیکن اس میں اس کی ذاتی پسند وناپسند شامل ہوتی تھی۔ بعد میں ایک مستقل ضابطہ ٔ وراثت پیش کیا گیا جس کے مطابق مورث کو پابند کیا گیا کہ وہ ایک تہائی سے زیادہ وصیت نہیں کر سکتا جب کہ باقی ماندہ ترکے کے لیے مستقل اصول اور ضوابط مقرر کر دیے گئے۔ یوں عہد جاہلیت کی زیادتیوں کا خاتمہ بھی کر دیا گیا۔ نیز وصیت میں ایک تہائی کی قید لگا کر صلہ رحمی کے جذبات کو بھی فروغ دیا گیا۔

وراثت کے اس عمومی مفہوم میں مختلف تہذیبوں اور معاشرے میں عورت کے وجود کو ناپاک اور کم تر تصور کرتے ہوئے اس کے ساتھ ظلم و زیادتی کا رویہ روا رکھا گیا۔ اسلام نے نہ صرف عورت کو ہر حالت میں ترکے کا حق دار ٹھہرایا ہے، بلکہ ایک امتیاز یہ بھی عطا کیا کہ احکام میراث میں اس کے حصے کا تعین کرنے کے بعد دوسروں کے حصص کی بات کی گئی ہے۔ تاہم عورتوں کی مختلف معاشرتی حیثیتوں کے اعتبار سے ترکے میں ان کی نسبت مختلف رکھی گئی ہے جس میں حکمت اسلامی کی معاشرتی تعلیم کا ایک حسن کار فرما ہے۔

مقالۂ ہذا میں اس موضوع کو زیر بحث لایا گیا ہے کہ پاکستان کے صوبہ سندھ میں عورت کو وراثت سے محروم کیا جانا فی ذاتہ ایک معیوب اور غیر شرعی و غیر آئینی عمل ہے اور اس ظلم کا تدارک کیوں کر ممکن ہے۔

حیران کن امر یہ ہے کہ محروم کرنے والے انتہائی قریبی یعنی سگے رشتے دار ہی ہوتے ہیں اور جنھیں محروم کیا جا رہا ہے وہ ماں ہوتی ہے یا بیوی یا بیٹی یا بہن۔

خواتین کے حق میراث کی عمومی کیفیات پر تو بے شمار کتب تصنیف کی جا چکی ہیں جن میں سب سے زیادہ تعداد عربی زبان میں ہے۔ ان میں استشراق، استشراق سے متاثر حضرات اور موجودہ الحادی افکار کے قائلین کے باطل نظریات کا مدلل رد کیا گیا ہے کہ اسلام کے قانون میراث میں عورت کے ساتھ زیادتی نہیں بلکہ تکریم و تعظیم کا پہلو ہے، لیکن اس کے باوجود دنیا کے بے شمار خطوں میں عورت کو اس کا یہ مالی حق دینے سے اجتناب کیا جاتا ہے۔ ہر خطے کے مزاج کے اعتبار سے مختلف اسباب بیان کیے جاسکتے ہیں، لیکن وطن عزیز کے صوبہ سندھ کے دیہی علاقوں میں عورتوں کے سماجی و مالی حقوق کو جس طرح غصب کیا جا رہا ہے اس پر باقاعدہ کوئی تحقیق نہیں کی گئی۔ کچھ مقالات

ضرور لکھے گئے اور بعض رسومات بد پر بھی لکھا گیا۔ لیکن عورت کے حق میراث کے اعتبار سے صوبہ سندھ کی خواتین کے حالات پر ابھی تک کچھ نہیں لکھا گیا۔

لہذا اس مقالے کی بنیاد کوئی تصنیف یا تحقیقی کتاب نہیں، بلکہ ایک سروے ہے جس کی بنیاد پر اس موضوع کی اہمیت اور اس حوالے سے موجود قوانین کے نفاذ پر زور دیا گیا ہے۔ پھر بھی اگر بات کی جائے تو مختلف اخبارات کی خبریں اور کالم اس حوالے سے ضرور ملتے ہیں جن میں روزنامہ **نوائے وقت**، روزنامہ **جنگ** اور کچھ مقامی اخبارات قابل ذکر ہیں۔

اس کے علاوہ ڈاکٹر زرینہ قاضی کا سندھی میں پی ایچ ڈی کا مقالہ خواتین کے مالی حقوق، اسلامی تعلیمات سندھ کے مروجہ مذاہب اور رسم ورواج کے تناظر میں اہمیت کا حامل ہے جس میں مالی حقوق کے ضمن میں کچھ تذکرہ ملتا ہے۔

اہمیت حقوق العباد

اسلامی تعلیمات کی رو سے حقوق العباد کی ادائی ایک لازمی جزو ہے اور اس سے اعراض معاشرے کے بگاڑ کا سبب بننے کے ساتھ ساتھ اللہ کی ناراضی کا سبب بھی بنتا ہے۔ اسلام خیر اور امن وسلامتی سے عبارت ہے۔ اس میں اپنے پرائے، واقف ناواقف، بڑے چھوٹے، حاکم محکوم، عورت مرد، ہر ایک کے حقوق کا باقاعدہ اہتمام کیا گیا ہے اور ان کی ادائی کو عبادت کا مقام دیا گیا ہے۔

اہمیت وراثت

انھی حقوق العباد میں سے ایک اہم ترین حق حقِ وراثت بھی ہے۔ اللہ رب العزت نے عام طور پر اہل ایمان کو کوئی بھی حکم دیتے وقت صرف فعل امر کے ساتھ خطاب کیا ہے، لیکن وراثت کے احکام بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿**يُوصِيكُمُ اللَّهُ**﴾[1] (اللہ تمھیں وصیت کرتا ہے۔)

یعنی تاکیدی حکم دیتا ہے۔ اس میں حکم کے ساتھ ایک عہد اور معاہدے کی ذمے داری بھی پائی جاتی ہے۔

اللہ تعالی نے مرنے والے کے ترکے میں جن جن رشتہ داروں کے حصے مقرر کر دیے ہیں وہ ایک اٹل قانون کی صورت میں موجود ہیں اور اب کوئی شخص یہ حق نہیں رکھتا کہ وہ اس میں اپنی مرضی سے تبدیلی کرلے۔

۱۔ القرآن، ۴: ۱۱۔

اللہ تعالیٰ نے اس امر کو "نصیبا مفروضا"(۲) کہ کر بیان کیا اور مزید یہ کہا﴿فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾(۳) (یہ اللہ کی طرف سے فریضہ ہے اور اللہ بہت علم والا بڑی حکمت والا ہے۔) اور ایک دوسرے مقام پر فرمایا﴿غَيْرَ مُضَآرٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ﴾(۴) (وصیت یا قرض کے اقرار کرنے سے) اس نے کسی کو نقصان نہ پہنچایا ہو۔)

تقسیم وراثت میں اس حد تک حساسیت ہے کہ مرنے والے کا ترکہ خواہ برائے نام ہی کیوں نہ ہو اس کی تقسیم بھی ہر حال میں کی جائے جیسا کہ رب العزت کا ارشاد ہے :﴿لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ۠ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ ؕ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا﴾(۵) (مردوں کے لیے بھی اس مال میں سے حصہ ہے جو والدین اور قریب ترین رشتہ داروں نے چھوڑا ہو اور عورتوں کے لیے بھی اس مال میں حصہ ہے جو والدین اور قریب ترین رشتہ داروں نے چھوڑا ہو چاہے وہ (ترکہ) تھوڑا ہو یا زیادہ، یہ حصہ (اللہ کی طرف سے مقرر ہے۔))

وراثت کی تقسیم

مرنے والے کا ترکہ اس نسبت سے ورثا میں تقسیم ہو گا کہ جن کا حق شریعت کی رو سے مقرّر کر دیا گیا ہے۔ اس کی ترتیب یہ ہو گی پہلے اصحاب فروض یا ذوی الفروض کو دیا جائے گا۔ پھر عصبات کو ان کا حق دیا جائے گا۔ اور ان کی عدم موجودگی میں ذوی الارحام ترکہ میں وارث قرار پائیں گے۔ یہاں یہ امر واضح ہو کہ اگر کسی کا کوئی وارث نہ ہو تو ترکہ ریاست اسلامی کے بیت المال میں جمع کرا دیا جائے گا۔ اگر اسلام کا نظام بیت المال متحرّک منظّم نہ ہو تو جمہور علما اس رائے کو فوقیت دیتے ہیں کہ ترکہ میّت کے غریب رشتے داروں میں تقسیم کر دیا جائے گا جو شرعی طور پر وارث نہیں قرار دیے گئے ہیں۔ اس سلسلے میں نبی ﷺ کا یہ ارشاد ہماری رہ نمائی کرتا ہے کہ

۲۔ القرآن، ۴: ۷۔

۳۔ القرآن، ۹: ۶۰۔

۴۔ القرآن، ۴: ۱۲۔

۵۔ القرآن، ۴: ۷۔

"أَلْحِقُوا الْفَرَائِضَ بِأَهْلِهَا، فَمَا بَقِيَ فَهْوَ لأَوْلَى رَجُلٍ ذَكَرٍ." (۶) (اہل فرائض کو ان کے مقررہ کردہ حصے ادا کر دیے جائیں۔ پھر جو مال بچ رہے وہ زیادہ قریبی مرد کو دے دیا جائے۔)

تقسیم وراثت کے غلط طریقے

اس سے قبل کہ وراثت تقسیم نہ کرنے کے منفی اثرات اور نقصانات کو بیان کیا جائے مناسب ہے کہ ہمارے معاشرے میں تقسیم وراثت کے حوالے سے مروجہ غلط طریقوں کا تذکرہ کر دیا جائے۔

۱) **مدتوں جائداد تقسیم نہ کیا جانا:** ایک شخص کے فوت ہونے پر اس کے ترکے کو تقسیم کرنے کے بجائے مشترکہ رکھا جاتا ہے اور مرنے والے کے پاس جس چیز کا قبضہ ہو وہ اسی کے پاس رہتی ہے یا پھر جائداد کے تمام معاملات کسی بڑے کے ہاتھ میں آجاتے ہیں۔ اور وہی جائداد کی آمدنی کی تقسیم کرتا ہے جس میں اکثر اوقات عدل سے کام نہیں لیا جاتا، بالخصوص عورت اپنے حق وراثت سے محروم رہ جاتی ہے۔

۲) **قرآن کے ساتھ شادی:** اندرون سندھ میں جائداد کی تقسیم نہ کرنے کی وجہ سے لڑکیوں کی شادیاں قران سے کر دی جاتی ہیں جس کے بہت زیادہ سنگین اور فحش نتائج سامنے آتے ہیں۔

۳) جائداد منہ بولے بیٹے یا بیٹی کے لیے وصیت کر دی جاتی ہے جو کہ شرعاً بھی جائز نہیں؛ چناں چہ کسی اور کے بچے کو اپنی صلبی اولاد ظاہر کرنا حرام ہے۔ (۷)

۴) **بڑے بھائی کی اجارہ داری:** بعض گھرانوں میں میت کی وفات کے بعد گھر کے سارے امور بشمول جائداد بڑے بھائی کے ہاتھ آجاتے ہیں جس میں بڑا بھائی عمدہ حصہ اپنے لیے رکھ کر باقی ماندہ تقسیم کر دیتا ہے۔

۵) **بیٹیوں کو حصہ نہ دینا:** اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب اور معاشرے میں بیٹیوں کو حصہ دینے کی کوئی روایت نہیں ہے؛ جب کہ آیات وراثت کے سبب نزول پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ بیٹیوں کو حصہ نہ دینے پر یہ آیات نازل ہوئیں جیسا کہ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی بیٹیوں کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے۔ (۸) اس سے معلوم ہوا کہ تقسیم وراثت کے تمام احکام کی وجہ ہی

۶- ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بخاری، **صحیح البخاری**، كتاب الفرائض، باب ميراث الوالدين أبيه وأمه ت: محمد زہیر بن ناصر الناصر (مصر: دار طوق النجاة، ۱۴۲۲ھ)، رقم: ۶۷۳۲۔

۷- القرآن، ۳۳: ۵۔

۸- ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن شداد، **سنن الترمذي**، أبواب الفرائض، باب ماجاء في ميراث البنات، ت:

بیٹی اور بیوی کا حصہ دلانا تھا۔

۶) جہیز دے کر جائداد میں حصہ نہ دینا: یہ ایک عمومی رسم بد ہے جو ہندوانہ معاشرے سے ہمارے معاشرے میں در آئی اور یہ قطعا جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ بیٹیوں کو حصہ نہ دینا امور جاہلی سے ہے اور جو اللہ کی نافرمانی ہے جس پر عذاب مہین کی وعید سنائی گئی اور اگر وہ اپنے حصہ کا مطالبہ کریں تو انہیں ترک تعلق کی دھمکی دی جاتی ہے۔ اور جہیز وراثت کا کسی بھی کیفیت میں بدل نہیں ہے۔

۷) اندازاً تقسیم کرنا: بسا اوقات ترکہ کی تقسیم اندازا کی جاتی ہے جو باہمی اختلافات کا سبب بنتی ہے لہذا ترکے کی تقسیم باقاعدہ مالیت کا حساب لگا کر کرنی چاہیے تا کہ کسی حصہ دار کو نقصان نہ ہو۔

دیگر مذاہب میں میراثِ خواتین کا تصور

دین اسلام کا نظام میراث سب سے اچھا نظام ہے۔ اسلام سے قبل، اور دیگر موجود سماجوں میں عورت کی میراث کی تقسیم کچھ اس طرح ہے:

۱) یہودی مذہب میں عورت کو میراث سے محروم رکھا گیا ہے خواہ وہ ماں، بہن، بیٹی یا کوئی اور ہو؛ البتہ اگر کوئی مرد موجود نہ ہو تو اسے وراثت ملے گی، جیسے اگر بیٹا موجود ہے تو بیٹی کو کچھ نہیں ملے گا، جب کہ بیوی کو شوہر کے ترکے سے کسی بھی صورت میں کچھ بھی نہیں ملے گا۔(۹)

۲) رومیوں کے ہاں عورت کو مرد کے برابر حصہ ملتا تھا، لیکن بیوی کو اپنے شوہر کے ترکے سے کچھ بھی نہیں ملتا تھا تا کہ اس خاندان کا مال دوسرے خاندان میں منتقل نہ ہو جائے۔ اسی کا لحاظ کرتے ہوئے اگر کسی عورت نے اپنے باپ سے میراث پائی ہو اور جب وہ مر جائے تو اس کی جائداد میں سے اس کے بیٹے اور بیٹیوں کے بجائے اس کے بھائیوں کو حصہ ملتا تھا۔

۳) سامی قوموں میں طورانی، سریانی، شامی، اشوری، یونانی قومیں ہیں جو عیسی علیہ السلام کی ولادت سے قبل مشرق میں آباد تھیں۔ ان کے نزدیک میراث کا نظام یہ تھا کہ باپ کے بعد بڑا بیٹا باپ کی جگہ لیتا تھا۔ اگر وہ موجود نہ ہوتا تو مردوں میں سب سے زیادہ مناسب اور سمجھدار مرد کو مقرر کیا جاتا، پھر بھائیوں کی باری، ان کے بعد چاچا کی باری ہوتی تھی۔ ان کے ہاں عورت اور بچے کلی طور میراث سے محروم رہتے ہیں۔

بشار طواد معروف (بیروت: دار الغرب الإسلامي، ۱۹۹۸ء)، ۳: ۴۸۵، رقم: ۲۲۳۶۔

۹۔ اصحاج، **سفر العدد** (دار الفکر)، ۲۷: ۱-۱۱۔

۴) قدیم مصریوں کے ہاں میت کے تمام اقربا کو جمع کیا جاتا تھا جن میں اس کا باپ، ماں، بیٹے، بیٹیاں، بھائی، بہنیں، چچے، ماموں، خالہ اور بیوی سب شامل ہوتے تھے اور ہر ایک کو برابر برابر حصہ ملتا تھا جن میں مرد، عورت اور چھوٹے، بڑے میں کوئی تمیز نہیں ہوتی تھی۔

۵) ہندو مذہب میں بھی عورت میراث سے کلی طور پر محروم سمجھی جاتی تھی جیسا کہ مشرکان عرب میں یہ تصور موجود تھا۔

۶) زمانۂ جاہلیت میں عربوں کے نزدیک تقسیم میراث کا کوئی مستقل اور خاص نظام نہ تھا۔ وہ لوگ مشرق اور دیگر اقوام کے طریقے پر چلتے تھے۔ وہ اپنی میراث کے حق دار صرف ہتھیار اٹھانے کے قابل مردوں کو سمجھتے تھے۔ عورتوں اور بچوں کو اس سے کلی طور محروم رکھتے تھے ۔

ورثہ میں خواتین کے حصے اور ان کی شرائط

عورت کی وراثت کا اسلامی پس منظر

اسلام میں تقسیمِ وراثت کے پس منظر میں تین پہلو کار فرما ہیں

۱) رشتہ داری

۲) ضرورت اور ذمے داری

۳) ارتکاز دولت کی نفی

آیت میراث میں یہ نکتہ قابل غور ہے کہ یہاں بنیاد عورت کے حصے کو بناتے ہوئے مرد کو اس کا دوگنا دیا گیا ہے۔ گویا اہمیّت اور زور عورت کے حصے پر ہے، جس کو بنیاد بنا کر باقی لوگوں کے حصوں کا حساب کیا جائے گا۔ یہ بات بذات خود عورت کی حیثیت کو بلند کرنے پر دلالت کرتی ہے۔ لہٰذا عورت کا وراثت میں حصہ اسے کم زور سمجھ کر نہیں، بلکہ اس کی بنیاد عورت اور مرد کے مابین حقوق و فرائض کی تقسیم ہے۔

اس اعتبار سے اگر غور کیا جائے تو مرد صرف وارثت میں سے حصہ پاتا ہے جب کہ اس کے برعکس عورت کو نہ صرف وراثت میں حصہ بلکہ مہر بھی ملتا ہے اور اسی طرح اپنے شوہر کی جائداد میں بھی اس کا حق ہے۔ طلاق کی صورت میں بھی عدّت کے ایام میں عورت کے اخراجات کی ذمے داری شوہر پر ہے اور عدت ختم ہوتے ہی عورت کو دوسری شادی کی اجازت ہے۔ بیوی کو باپ کے گھر لے جانا اور اس کے اخراجات برداشت کرنا بھی شوہر کے ذمے ہے۔ یعنی عورت کے مال پر صرف اسی کا حق ہے، جب کہ مرد کے مال میں خاندان کے افراد کا بھی حق

ہے۔ عورت اگر بیٹی ہے تو معاشی ذمے داری باپ کی، بہن ہے تو بھائی کی، دونوں میں سے کوئی نہیں تو قریب ترین مردوں (مثلاً چچا وغیرہ) کی، ماں ہے تو بیٹوں کی اور بیوی ہے تو شوہر کی۔

اسلام نے عورت پر کوئی مالی ذمے داری نہیں ڈالی مگر پھر بھی اس کے لیے نہ صرف وراثت میں حصہ مقرر کیا، بلکہ اس کے لیے سرمایے کے حصول اور اس کے تحفظ کے کئی ذرائع متعین کیے اور اسے اپنے اس 'محفوظ سرمایے' کے استعمال میں کلّی طور پر خود مختار بھی بنا دیا۔ حتیٰ کہ اس کے شوہر کو پابند کر دیا کہ وہ بیوی کی اجازت کے بغیر اس کا سرمایہ استعمال نہیں کر سکتا، جب کہ بیوی ضرورت کے مطابق شوہر کے مال سے خرچ کر نے کی مجاز ہے۔

صوبہ سندھ میں خواتین کا وراثت میں حصہ

تقسیم وراثت میں خواتین کو حصہ نہ دینے کی صورتیں

صوبہ سندھ میں خواتین کو وراثتی حق سے محروم کرنے کے حوالے سے کچھ اسباب و اشکال تو عمومی ہیں جو پاکستان اور غیر پاکستان ہر جگہ پائے جاتے ہیں اور کچھ اسباب و اشکال خصوصی ہیں جن کا ذکر ذیل میں کیا جا رہا ہے:

۱۔ قرآن کے ساتھ شادی۔

۲۔ وٹہ سٹہ کی شادی تا کہ جائداد تقسیم نہ کرنی پڑے۔

۳۔ جہیز کو تقسیم جائداد کا نعم البدل سمجھ لینا۔

۴۔ قطع رحمی کی بنیاد پر بلیک میل کرنا اور جائداد میں حصہ نہ دینا۔

۵۔ لڑکی کا اپنی پسند سے شادی کرنا۔

۶۔ زیر کفالت خواتین کی شادی ہی نہ کرنا کہ جائداد تقسیم نہ کرنی پڑے۔

اب ان اسباب و اشکال کا تفصیل سے ذکر کیا جا رہا ہے۔

قرآن سے شادی

قرآن سے شادی کا مطلب لڑکی کو باقاعدہ دلہن بنا کر گھر کے بڑے بزرگ قرآن مجید اس کی گود یا سر پر رکھ کر اسے ہدایت کرتے ہیں کہ وہ اپنے منہ سے یہ الفاظ ادا کرے کہ ”میں نے اپنی شادی کا حق اپنے ماں باپ یا سرپرستوں کو بخشا“۔

اس لڑکی کو ہدایت کی جاتی ہے کہ آج کے بعد تمھارا جینا مرنا اسی کتاب کے ساتھ ہے۔ مطلب یہ کہ زندگی بھر کوئی خواہش اس پر حرام ہے ورنہ قرآن کا عذاب ہو گا۔

اس رسم بد کا ایک پہلو سماجیات سے بھی تعلق رکھتا ہے کہ خود خواتین کو ایک بات باور کروائی جاتی ہے کہ جائداد ایک مرد (باپ یا بھائی) کی ملکیت سے نکل کر دوسرے مرد (شوہر یا بیٹے) کی ملکیت میں چلی جائے گی ہمیں اس سے کیا فائدہ ہو گا، لہٰذا بہتر ہے کہ یہ جائداد میکہ کے پاس رہے اور اس سے ان کی میکے کی مالی حیثیت مضبوط رہتی ہے اور ان کے سسرال میں حیثیت کا تعین بھی اس سے ہوتا ہے۔ پاکستان میں ایک عمومی رسم پائی جاتی ہے کہ شادی کے بعد عورت کے دکھ سکھ، بیماری، خوشی، بچوں کی شادی و دیگر اخراجات میں میکہ ہی مدد کرتا ہے۔

قرآن سے شادی کے منفی پہلو

قرآن سے شادی میں نہ صرف دین کے ساتھ استہزاء کا پہلو پایا جاتا ہے بلکہ قرآن مجید کی بھی توہین ہے جو ایک بہت بڑا جرم ہے؛ کیوں کہ شادی دو انسانوں کے مابین ایک رشتہ کا نام ہے اور قرآن کتاب ہدایت ہے جو بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے اتاری گئی۔

قرآن سے شادی میں ایک پہلو بنیادی انسانی حقوق کی مخالفت کا بھی ہے کہ عورت کے بنیادی انسانی حقوق کی نفی کی جاتی ہے، حالاں کہ شریعت تو اسے اس ضمن میں اختیار تک دیتی ہے۔

قرآن سے شادی روکنے کے لیے حکومتی اقدامات

قومی اسمبلی نے خواتین سے امتیاز برتنے اور ان کے استحصال کے خلاف قانون کا بل متفقہ طور پر منظور کر لیا ہے۔ اس میں ونی، سوارا جیسی رسوم اور قرآن سے شادی جیسے اقدامات پر سخت سزائیں تجویز کی گئی ہیں۔ بل کے مطابق ونی، سوارا جیسی رسوم میں خواتین کی جبری شادی پر ۳ سال سے ۷ سال تک قید ہو گی۔ بدلہ رسوم میں شادی کرانے والوں کو پانچ لاکھ تک جرمانہ بھی کیا جا سکے گا۔ عورت کی قرآن سے شادی پر ۳ سے ۷ سال تک قید اور پانچ لاکھ تک جرمانہ ہو گا۔ بل میں کہا گیا ہے کہ عورت کو جائداد سے محروم رکھنے پر ۵ سے ۱۰ لاکھ تک جرمانہ کیا جائے گا۔ اسی طرح عورت کی زبردستی شادی کرانے والوں کو ۳ سے ۱۰ سال قید اور ۵ لاکھ تک جرمانہ عائد ہونا چاہیے۔ مزید یہ کہ اس بل کو خواتین دشمن روایات کا امتناع (فوجداری قانون ترمیم) ایکٹ، ۲۰۱۱ کے نام سے موسوم کیا جائے گا اور فوری نافذ العمل ہو گا۔ مجموعہ تعزیرات پاکستان میں عورتوں کے خلاف جرائم کے عنوان سے ایک نئے باب کا اضافہ کیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ جو کوئی بھی دھوکہ دہی یا غیر قانونی ذرائع سے کسی عورت کو وراثت کی تقسیم کے

موقع پر منقولہ یا غیر منقولہ جائداد کی وراثت سے محروم کرے اس کو کسی ایک نوعیت کی زیادہ سے زیادہ دس سال اور کم از کم پانچ سال قید یا دس لاکھ روپے جرمانے یا دونوں سزائیں دی جائیں گی۔[۱۰]

وٹہ سٹہ کی شادی تاکہ جائداد تقسیم نہ کرنی پڑے

وٹہ سٹہ کی شادی کی رسم بھی جغرافیائی قیود سے آزاد دنیا کے مختلف خطوں میں پائی جاتی ہے جس کے مختلف پس منظر ہیں جیسا کہ لڑکی کے لیے ہم معیار رشتہ نہ ملنا، جائداد کی تقسیم نہ کرنے دینا، یا جھوٹی آن بان کو قائم رکھنا۔ وغیرہ

ملک کے دیہی علاقوں سمیت جنوبی پنجاب اور سندھ میں بہ طور خاص لوگ بیٹوں کی شادی کرنے کے لیے بیٹیوں کو بہ طور بازو وٹہ میں دیتے ہیں۔ ملک کے مختلف حصوں میں یہ فرسودہ رسم کئی دہائیوں سے جاری ہے۔ گاؤں میں عموماً وٹہ سٹہ کے فیصلے خاندان کے بزرگ طے کرتے ہیں اور جب رشتوں کے حوالے سے کوئی پیچیدہ صورت حال جنم لے تو اکثر یہ فیصلے پنچائیت میں طے ہوتے ہیں۔ یعنی اگر کوئی کسی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے تو ضروری ہے کہ اس لڑکی کے بدلے اپنے خاندان کی کسی لڑکی (بہن، بیٹی یا کسی اور رشتے دار) کی شادی اس لڑکی کے خاندان کے کسی لڑکے (باپ، بھائی یا کسی اور رشتہ دار) سے کر دے۔ اگر تو اس سلسلے میں ان لڑکیوں کا علاحدہ کوئی حق مہر مقرر نہ کیا جائے، بلکہ یہ اس کے بدلے اور وہ اس کے عوض ہو تو اسے شریعت کی زبان میں "عقد شغار" کہتے ہیں جو حرام ہونے کے علاوہ باطل بھی ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے: "عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ الشِّغَارِ." [۱۱](سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح شغار سے منع فرمایا ہے۔)

اور حدیث میں شغار کی تعریف اس طرح کی گئی ہے: "أَنْ يُزَوِّجَ الرَّجُلُ ابْنَتَهُ عَلَى أَنْ يُزَوِّجَهُ الْآخَرُ ابْنَتَهُ لَيْسَ بَيْنَهُمَا صَدَاقٌ." [۱۲] (شغار یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی لڑکی یا بہن کا نکاح اس شرط کے ساتھ کرے کہ وہ دوسرا شخص اپنی (بیٹی یا بہن) اس کو بیاہ دے اور کچھ مہر نہ ٹھہرے۔)

۱۰- ۱۶/ نومبر ۲۰۱۱ء **نوائے وقت**۔

۱۱- ابوعبداللہ، محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بخاری، **صحيح البخاري**، کتاب النکاح، باب الشغا، رقم: ۵۱۱۲۔

۱۲- نفس مصدر، رقم: ۵۱۱۲۔

اور اگر ان کا حق مہر الگ الگ مقرر کیا جائے تو اس صورت میں یہ عقدِ ازدواج حرام تو نہیں ہے مگر پھر بھی معیوب ضرور ہے اور کئی قسم کی خرابیوں اور بربادیوں کا موجب ہے۔ مثلاً اس میں یہ ہوتا ہے کہ:

۱۔ اس رسمِ بد کی وجہ سے بعض اوقات جوان یا بہت کم سن لڑکیاں بوڑھے مردوں سے بیاہ دی جاتی ہیں یا جوان عورتوں کی شادیاں کم سن بچوں سے کر دی جاتی ہیں۔

۲۔ اس رسمِ بد کا دوسرا تاریک اور تکلیف دہ پہلو یہ ہے کہ اس صورت میں اگر ایک شخص جائز یا ناجائز طریقے پر اپنی بیوی سے بدسلوکی کرتا ہے یا اسے طلاق دے دیتا ہے تو دوسرا محض انتقامی طور پر اپنی بیوی سے بدسلوکی کرتا ہے یا اسے طلاق دے کر اس کی زندگی کو تباہ کر دیتا ہے اور اگر وہ ایسا نہ کرے یا نہ کرنا چاہے تو گھر والوں کی طرف سے اس پر زور دیا جاتا ہے جسے وہ ٹھکرا نہیں سکتا۔ الغرض اس رسم کی وجہ سے دونوں لڑکیوں کی زندگی تباہ ہو جاتی ہے۔

۳۔ اس طرح دو خاندانوں میں ایسی مستقل دشمنی کی بنیاد قائم ہو جاتی ہے، اس لیے اس رسمِ بد کا استیصال ضروری ہے، بلکہ لڑکیوں اور لڑکوں کے رشتے وٹے سٹے کے بغیر مناسب و موزوں مقامات پر کر دینے چاہییں۔

جہیز کو تقسیم جائداد کا نعم البدل سمجھ لینا

وراثت میں عورت کا حصہ اس کا ایک بنیادی حق ہے جسے ختم نہیں کیا جا سکتا اور نہ اسے محروم ہی کیا جا سکتا ہے، لیکن ہمارے معاشرے میں عمومی طور پر بہانے اور خود ساختہ اعذار کی بنیاد پر عورتوں کو وراثت سے محروم کیا جاتا ہے۔ انھی خود ساختہ اور غیر آئینی و غیر شرعی اقدامات میں سے ایک یہ ہے کہ بیٹی یا بہن کو جہیز دے دیا جائے، وراثت میں سے حصہ نہ دیا جائے اور اگر وہ مانگے تو اسے یہ کہ دیا جائے کہ تمھیں جہیز دے دیا ہے اسی پر اکتفا کرو۔(۱۳)

یہاں یہ بات واضح رہے کہ جہیز کی اسلام میں قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے لہٰذا اسے اسلام کی طرف منسوب کرنا درست نہیں ہے۔ ”تمام والدین اپنی بیٹی کو رخصتی کے وقت اپنی خوشی سے تحفہ کے طور پر ضروری سامان دیتے ہیں، لیکن اس کو اسلام سے منسوب کرنا سراسر غلط ہے۔“(۱۴)

۱۳۔ مبشر حسین لاہوری، **جہیز کی تباہ کاریاں** (لاہور: مبشر اکیڈمی لاہور، ۲۰۰۴ء)، ۶۱۔

۱۴۔ شہزاد اقبال شام، **اسلام میں ثالث کی استثنائی حیثیت اور اس کی وجوہ** (اسلام آباد: شریعہ اکیڈمی، ۱۹۹۷ء)، ۲۰۔

موسیٰ خان ایک اور جگہ بیان کرتے ہیں:

چوں کہ ہندوؤں کے ہاں لڑکی کو باپ کے ورثہ میں سے کچھ نہیں ملتا، اس لیے والد نکاح کے وقت اس کا دل خوش کرنے کی غرض سے جو کچھ ہو سکتا ہے وہ دے دیتا ہے۔ کیوں کہ اب سسرال والے لڑکی پر جتنا ظلم کریں وہ باپ کے گھر واپس نہیں آسکتی، ساس سسر سے علاحدہ گھر میں نہیں رہ سکتی، باپ کی وراثت میں حصہ نہیں پا سکتی، شوہر کے انتقال پر دوسری شادی نہیں کر سکتی، اسی شوہر کے ساتھ جل کر مرنا ہو گا یا پھر ہمیشہ بیوہ کی حالت میں زندگی گزارنی ہو گی۔[۱۵]

جہیز اور تقسیم وراثت

اس کی بنیاد یہ ہے کہ ہندوؤں میں عورت کو وراثت میں حصہ نہیں دیا جاتا اور بدقسمتی سے جہیز کے ساتھ ساتھ مسلمانوں میں یہ بھی رواج پا گیا ہے کہ لڑکیوں کو وراثت سے حصہ نہیں دیا جاتا، حالاں کہ دیگر شرعی ورثا کی طرح عورتوں کو بھی ان کے شرعی حصے کے مطابق وراثت دینا ضروری ہے۔ ہم سردست صرف خطۂ سندھ کی بات کر رہے ہیں جو اپنے ثقافتی و سماجی پس منظر میں ہندوانہ ثقافت سے بہت زیادہ نزدیک ہے کیوں کہ اندرون سندھ میں ہندوؤں کی ایک معقول تعداد آباد ہے اور ان کے ہندوستان کے ہندوؤں سے قریبی روابط ہیں، بلکہ اندرون سندھ کے بعض علاقے مکمل ہندو بستی کے روپ میں نظر آتے ہیں حتیٰ کہ بعض علاقوں میں عید الاضحی کے موقع پر گائے کو ذبح نہیں کیا جا سکتا۔ ایسی کیفیت میں مسلمانوں کا دیگر ہندوانہ رسومات کو اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ اس رسم بد کو بھی اختیار کرنا بعید از قیاس نہیں ہے۔ یہ رسم شہری علاقوں میں بھی بدرجۂ اتم پائی جاتی ہے۔[۱۶]

مولانا صلاح الدین یوسف اپنی ایک کتاب شادی کی رسومات میں رقم طراز ہیں کہ:

”شادی کی رسومات میں ایک رسم جہیز ہے۔ اس کی ایک صورت اس کا جواز ہے اور دوسری صورتوں میں ناجائز۔ اس کو سمجھنے کے لیے ان صورتوں کو سامنے رکھنا ضروری ہے جن کے پیش نظر جہیز کا اہتمام کیا جاتا ہے ان میں سے ایک اہم سبب وراثت سے محروم کرنے کا جذبہ بھی ہے۔“[۱۷]

جہیز کے حوالے سے صوبہ سندھ میں قانون سازی

سال ۲۰۱۸ء کی ابتدا میں سندھ اسمبلی نے اس حوالے سے عملی قدم اٹھاتے ہوئے جہیز کے خاتمے سے متعلق ترمیمی بل کی منظوری دے دی۔ اس بل کی تفصیلات کے مطابق جہیز کی مالیت کی حد ۵۰ ہزار روپے مقرر

۱۵- موسیٰ خان، مرجع سابق، ۱۰۴۔

۱۶- مبشر، مرجع سابق، ۶۰۔

۱۷- صلاح الدین یوسف، **مسنون نکاح اور شادی بیاہ کی رسومات** (لاہور: دارالسلام، ۲۰۰۵ء)، ۳۵۔

کرنے کی تجویز دی گئی۔ بریفنگ میں بتایا گیا کہ سندھ میں جہیز کے لیے ۵۰ ہزار سے زیادہ رقم خرچ نہیں ہونی چاہیے، مہندی کے تحفہ جات یا دیگر اخراجات ۵۰ ہزار سے زائد مالیت کے نہیں ہوں گے؛ جب کہ جہیز کسی دباؤ پر حاصل کرنے پر پابندی ہوگی، قانون کی خلاف ورزی کرنے اور دلہن کے والدین کو جہیز دینے پر مجبور کرنے والوں کو بھاری جرمانہ اور ۶ ماہ قید یا پھر دونوں سزائیں دی جاسکتی ہیں۔ سندھ کابینہ نے مشاورت کے بعد جہیز کے خاتمے سے متعلق بل کو مجلس قائمہ بھیج دیا ہے۔(۱۸)

قطع رحمی کی بنیاد پر بلیک میل کرنا اور جائداد میں حصہ نہ دینا

عورت کو وراثتی حقوق یا جائداد کی ملکیت دینے کی شرح جن خطوں میں کم ترین ہے ان میں پاکستان کا شمار بھی ہوتا ہے۔ اس حوالے سے ملکیت کے حقوق سے متعلق کام کرنے والی بین الاقوامی تنظیم IPIR نے جائداد کی ملکیت کے حقوق دینے والے ۱۲۷ ممالک کی رینکنگ میں پاکستان کو ۱۲۱ویں نمبر پر رکھا ہے۔ خواتین کو وراثتی حقوق کے حوالے سے بلوچستان سب سے پیچھے ہے جہاں اقوام متحدہ کے ادارہ برائے ترقی کے مطابق حقِ وراثت دینے کی شرح صفر ہے۔ اسی طرح خطۂ سندھ کے دیہی علاقوں میں بھی یہ شرح برائے نام ہی ہے۔

عمومی طور پر بہنوں کو حصہ دیا نہیں جاتا اور اگر بہن نے مانگ لیا تو پھر کہا جاتا ہے کہ تمھیں بھائی چاہیے یا حصہ؟

بالفاظ دیگر یہ دھمکی دی جاتی ہے کہ اگر تم نے حصہ لیا تو پھر تمہارا ہم سے کوئی تعلق باقی نہیں رہے گا اور اگر حصہ نہیں لوگی تو ہم تمھارا ہر طرح سے خیال رکھیں گے۔ یہ قطع رحمی کی دھمکی اور رشتہ بچانے کے لیے بہن اپنا حصہ چھوڑ دیتی ہے۔ اور یہ رویہ ’دین دار گھرانوں‘ میں بھی نظر آتا ہے گو کہ وہ اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ بہنیں اپنے حصے سے دست بردار ہو جائیں یا معافی نامہ لکھوا لیتے ہیں۔

ہمارے ہاں صدیوں سے رواج چلا آرہا ہے کہ بہنوں کو ڈرا دھمکا کر یا بلیک میل کر کے حقِ وراثت معاف کروالیا جاتا ہے۔ یہ معافی دل سے نہیں ہوتی بلکہ بھائیوں اور خاندان کے دوسرے لوگوں سے معاشرتی قطع تعلق سے بچنے کی غرض سے ہوتی ہے۔

چاہیے تو یہ کہ پہلے بہنوں اور بیٹیوں کا جو حصہ بنتا ہے وہ دے دیا جائے۔ بعد ازاں از خود وہ معاف کردیں یا واپس کردیں تو ان کی مرضی۔ کچھ صورتوں میں شادیوں کے بعد بہنیں تنگ دستی کی وجہ سے انتہائی مشکل کی

۱۸- روزنامہ **جسارت**، کراچی، یکم فروری ۲۰۱۸ء۔

زندگی گزارتی ہیں، لیکن ماں باپ کی وراثت میں سے ان کے حصے پر قابض بھائی عیش و عشرت کرتے ہیں۔ یاد رہے کہ وراثت کا حق وہ حق ہے جو معاف کر دینے سے بھی ساقط نہیں ہوتا، بلکہ عورت جب چاہے مطالبہ کر کے لے سکتی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ معاشرے سے فرسودہ رسم و رواج کو ختم کر کے ہر حق دار کو اس کا حق دلایا جائے۔

لڑکی کا اپنی پسند سے شادی کرنا

اسلام نے شادی کے لیے مخصوص قواعد و ضوابط وضع کیے ہیں جس میں لڑکی کی پسند نا پسند کا باقاعدہ خیال رکھا گیا ہے، لیکن لڑکی کی پسند و ناپسند کو اس کے ولی کی اجازت کے ساتھ مشروط کر دیا ہے۔ اسی طرح ولی کو علی الاطلاق اختیار نہیں دیا کہ وہ اس حوالے سے لڑکی پر جبر کرے، لیکن اس دوران میں لڑکی کا اپنے ولی کی اجازت کے بغیر شادی کرنا یہ ایک معیوب عمل ہے جس کی کسی بھی صورت میں تائید نہیں کی جا سکتی۔ اگر ایسا ہو جائے تو شریعت اور پاکستانی آئین میں اس کا حل باقاعدہ موجود ہے، لیکن المیہ یہ ہے کہ سندھ کے دیہی علاقوں میں لڑکی کا اپنی پسند سے شادی کرنے کی سزا قتل کر دینا ہے اور اس کے لیے ایک مذموم رسم "کاروکاری" کے نام سے موجود ہے۔

کاروکاری کے حوالے سے کیے جانے والے قتل کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ الزام لگایا جائے اور اس کا جرمانہ طلب کیا جائے، پیسے، زمین، کھیت، جائداد بچایا جائے۔ سعدیہ بلوچ اپنی کتاب **عورتوں پر تشدد اور کاروکاری** میں ایک مقام پر لکھتی ہیں: "اگر یوں کہا جائے کہ مردانہ معاشرے میں مرد دوسرے سے فائدہ حاصل کرنے لگے تو بے جانا ہو گا، پیسہ، زمین، جائداد ہتھیانے، اور انتقام لینے کے لیے عورت کو استعمال کرتے ہوئے اس کو کاروکاری قرار دے دیا جاتا ہے۔"[(۱۹)]

کاروکاری کے حوالے سے قتل کی جانے والی عورتوں کے حالات جو رپورٹ کیے گئے ان کا تفصیلی مطالعہ کرنے پر معلوم ہوا کہ بعض مقامات پر اس کے پس منظر میں مالی مفادات کا حصول تھا جن میں ایک سبب جائداد تقسیم نہ کرنا بھی شامل ہے۔[(۲۰)]

زیر کفالت خواتین کی شادی ہی نہ کرنا کہ جائداد تقسیم نہ کرنی پڑے

شادی میں تاخیر کی متعدد وجوہ ہیں، جیسے تعلیم، ملازمت کے حصول کی خواہش، مستحکم مالی مستقبل کی تمنا

۱۹۔ سعدیہ بلوچ، **عورتوں پر تشدد اور کاروکاری** (پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق، ۲۰۱۳ء)، ۷۳۔

۲۰۔ نفس مرجع، ۸۵-۸۶۔

وغیرہ۔ اس کے علاوہ ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ کہیں شادی کرنے سے جائداد تقسیم نہ کرنی پڑے۔ اس کا منفی اثر نوجوان نسل پر پڑ رہا ہے۔ شادی میں تاخیر کے لیے سب سے بڑا بہانہ جو تراشا جاتا ہے کہ برادری میں اچھا رشتہ نہیں ہے یا ہم عمر رشتہ نہیں ہے یا برابری کا رشتہ نہیں ہے، لیکن اس تمام باتوں کے پیچھے اصل بات یہ بھی ہوتی ہے کہ جائداد تقسیم ہونے سے بچائی جا سکے۔

اس حوالے سے بلوچستان حکومت نے ۱۲/ اکتوبر ۲۰۱۸ء کو ایک ایکٹ جس میں خواتین کے مالی وراثتی حقوق کے حصول کو ممکن بنانا ہے اپنی کابینہ سے منظور کروا کر اسمبلی میں پیش کیا جو تاحال منظور نہیں ہو سکا۔[۲۱]

کاروکاری ایک قبیح رسم

عورت کو وراثت سے محروم کرنے کے لیے جس ذہنی جرم کی پرورش ہوتی ہے سندھ کے رسوم و رواج میں اسے کاروکاری سے موسوم کیا جاتا ہے۔ مرد و عورت اگر واقعتاً ارتکاب جرم (زنا) کریں تو بموجب شریعت گو انھیں کاروکاری قرار دیا جائے گا، لیکن معاملہ ایسا بھی نہیں ہے، بلکہ مختلف حیلے بہانے سے عورت کو باہم بات کرتے ہوئے بھی دیکھ لیا جائے تو گواہوں کی موجودگی میں اگر ان کی گفت گو کی بھی تصدیق ہو جائے تو کاروکاری قرار دیا جائے گا۔ عورت نے کسی کے کہنے پر بھی کسی مرد پر الزام عائد کیا تو ایسی صورت میں بھی مرد کارو اور عورت کاری قرار پائے گی۔ صرف یہی نہیں بلکہ اگر شوہر اپنی بیوی سے گلوخلاصی چاہتا ہو تو وہ اپنی بیوی پر کسی مرد کے ساتھ ناجائز تعلقات کا الزام عائد کر سکتا ہے یوں اسے کاروکاری قرار دیا جائے گا۔

عموماً سندھ میں کاروکاری کے واقعات کے حوالے سے تین بنیادی اسباب پائے جاتے ہیں جو اس رسم کی بھینٹ چڑھنے میں کلیدی حیثیت رکھتے ہیں۔

۱- بدلہ / انتقام (Revenge)

اگر کسی فرد، برادری سے انتقام لینا مقصود ہو تو اپنے ہی خاندان کی عورت کو قتل کر کے مخالف / دشمن پر الزام عائد کر دیا جاتا ہے کہ یہ عورت فلاں برادری یا فرد سے ناجائز تعلقات رکھتی تھی۔ اس بنا پر محض غیرت کی بنا پر اسے قتل کر دیا جاتا ہے۔

۲- ملکیت (Property)

دولت کی طمع اور حرص نے بھی جہالت اور غفلت کا ایسا پردہ انسان کی آنکھوں اور عقل پر ڈال دیا ہے کہ

۲۱- روزنامہ **جنگ**، کوئٹہ، ۱۳/ اکتوبر ۲۰۱۸ء۔

یہ قبیح رسم وجود میں آگئی۔ وہ یہ کہ عورت کا وجود اس وقت معرضِ خطر میں پڑ جاتا ہے جب دولت کی تقسیم کا ڈر اور خوف پیدا ہو جائے۔ بعض اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ کسی امیر صاحب کی جائداد اور کسی امیر کبیر کی دولت ہتھیانے کے لیے ایسے مذموم اور گھناؤنے افعال انجام دیے جاتے ہیں، اس پر الزام عائد کر کے جرمانے، تاوان اور دولت کی وصولی کے لیے ایسے حربے اختیار کیے جاتے ہیں۔

۳- قرضے (Loan)

کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ کسی قرضے کی ادائی نہ ہونے کی صورت میں نادہندہ (Default) قرار پانے سے بچنے کے لیے یا کسی قرض خواہ کو راہ سے ہٹانے کے لیے اسے کارڈ بنا دیا جاتا ہے۔

سندھ پر جب انگریزوں کی حکم رانی تھے وہ اس بات پر حیران و ششدر رہ گئے کہ ایک طرف عورت کی پرستش کی حد تک تکریم سندھ کی ثقافت میں موجود ہے تو دوسری جانب محض ذرا سی بات پر عورت کو کاری قرار دے کر اسے زندہ رہنے کے بنیادی حق سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ چناں چہ اس ضمن میں سر چارلس نیپیئر نے تاریخ میں پہلی مرتبہ کاروکاری کی رسم قبیح کا نوٹس لیا اور ڈگری جاری کی کہ اگر ایسا کوئی واقعہ سننے میں آیا تو قرار واقعی سزا دی جائے گی۔ اس حکم کے جاری ہونے کے بعد ایسا کوئی واقعہ تو رپورٹ نہ ہوا لیکن عورتوں میں خودکشی کے واقعات بڑھ گئے بعد ازاں نہ انگریز سرکار رہی اور نہ قانون کا مؤثر نفاذ ممکن ہو سکا۔

حق بخشنا

لڑکی کا اپنا حق بخش دینا جیسی قبیح رسموں کی وجہ بھی عورت کو حقِ وراثت سے محروم کرنا ہی ہے۔ حق بخشنے کی رسم کی ایک صورت یہ ہے کہ سندھ کی تہذیب میں اگر کسی کے لڑکے اور لڑکیاں دونوں ہیں تو بہنیں اپنے بھائیوں کو حقِ وراثت دے کر اپنے حق سے سبک دوش ہو جاتی ہیں؛ کیوں کہ سندھ تہذیب نے عورت کو جائداد اور حقِ ملکیت کے انتظام و انصرام کے جملہ امور انجام دینے کا اختیار اور اہل نہیں قرار دیا، کیوں کہ معاشرے میں اسے معیوب سمجھا جاتا ہے، پس بہنیں اپنے حقِ وراثت از خود بھائیوں کو بخش دیتی ہیں یوں سندھ کی ان رسوم و رواج نے عورت کو ملکیت و جائداد سے یکسر محروم کر دیا ہے۔ اسی طرح سندھ میں آج بھی یہ رسم مضبوطی سے قائم ہے کہ رواج کے مطابق زیادہ تر شادیاں قریبی رشتہ داروں چچازاد، ماموں زاد، پھوپھی زاد، بھائیوں کے درمیان ہوتی ہیں۔ اس کا مقصد اور پس منظر بھی یہی ہے کہ جائداد و ملکیت تقسیم نہ ہو۔

صغر سنی کی شادی

اسی طرح کم عمری اور صغر سنی کی شادیوں کا رواج بھی صوبہ سندھ کی تہذیب میں پایا جاتا ہے۔ اس کا لامحالہ نتیجہ اور مقصود بھی عورت کی وراثت کے حق سے محرومی کی صورت میں نکلتا ہے۔ مثلا دو بھائیوں کی اولاد کی کم سنی اور بچپن میں شادی کی رسم ادا کر دی جاتی ہے۔

اس کے بعض بڑے بھیانک احتمالات سامنے آتے ہیں مثلا اگر ان میں بچے کا بیماری یا کسی وجہ سے انتقال ہو جائے اور سن بلوغ تک زندہ نہ رہنے کی صورت میں لڑکی کی رخصتی نہ ہو سکے تو والدین کی جانب سے اس طے شدہ صغر سنی کی شادی کی بنا پر لڑکی کو بیوہ تصور کیا جاتا ہے اور اس کی کہیں اور شادی نہیں ہو پاتی۔ اپنی رسومات کا پر تو ہمیں ہندوانہ رواج میں بھی ملتا ہے جہاں ایسی لڑکی منحوس خیال کیا جاتا ہے اور پھر معاشرے میں نہ اس کی کوئی حیثیت ہوتی ہے نہ مقام؛ بالکل یہی تہذیبی اثر ہمیں سندھ کی تہذیب میں بھی جھلکتا نظر آتا ہے۔

ونّی کی رسم

قتل کے بارے میں قرآن کا واضح ارشاد موجود ہے کہ قتل کے بدلے یا تو قاتل کو قتل کیا جائے یا اس کا خون بہا (قصاص) مقتول کے ورثا کو دیا جائے،[۲۲] لیکن اس حکم کی نافرمانی اور اسے مسخ کرنے کی ایک صورت سندھ کے بعض قبیلوں میں اس طرح رائج ہے کہ قاتل خاندان کی کسی لڑکی کی شادی مقتول خاندان کے کسی فرد سے کر دی جاتی ہے۔ اس رسم کا یہ پہلو بھی بڑا قبیح ہے کہ اس میں بھی لڑکی کی پسند، عمر، کفو وغیرہ کا لحاظ نہیں رکھا جاتا، بلکہ معاہدے یا جرگے کے فیصلے کے مطابق لڑکی کی خواہشات کو اس رسم کی بھینٹ چڑھا دیا جاتا ہے جسے سندھی تمدن میں "ونّی" کا نام دیا جاتا ہے۔

انصاف کا تقاضا یہ کہ مجرم ہی کو سزا دی جائے۔ پس اولا تو قاتل کو قتل کیا جائے اور اگر مقتول کے ورثا قصاص یا دیت پر راضی ہوں تو اس رقم کی ادائی کا بوجھ بھی قاتل پر ڈالا جائے تا کہ سماج میں قتل جیسے جرم کا تدارک ہو سکے، لیکن اگر بھائی کے قتل کی سزا متعین کی جائے اور وہ اس کی زندگی بخشوانے کے لیے اپنی زندگی ایک بے جوڑا اور ناپسند مرد سے شادی کر کے گزار دے تو یہ صریحا ظلم اور ناانصافی ہے جس کا تدارک ہونا چاہیے۔

۲۲- القرآن، ۲: ۱۷۸۔

لیوریٹ

یہ فعل بھی ایک رسم کی صورت اختیار کر گیا ہے کہ ایک عورت کے شوہر کے انتقال کے بعد بیوہ عورت کا دوسرا نکاح مرحوم شوہر کے بھائیوں میں سے کسی ایک سے کروا دیا جاتا ہے تا کہ نسل قائم رہے اور جائداد اور وراثت یا زمین کی تقسیم عمل میں نہ لائے۔

شماریاتی تجزیہ

مذکورہ بالا اسباب کے حوالے سے حتمی اور مکمل شماریاتی جائزہ تو ناممکن ہے، لیکن چند معروف دیہی علاقوں میں اس حوالے سے ایک سروے کیا گیا جس میں کوشش کی گئی کہ ہر علاقے سے تقریباً ۲۵ سے ۱۵۰ افراد کو منتخب کر کے ان سے یہ سوالات کیے جائیں۔ اس سروے میں جن دیہاتوں کو منتخب کیا گیا ہے ان کے نام درج ذیل ہیں:

بلڑی شاہ کریم، چمبڑ، ٹمیاری، تلہار، جوہی، تھانہ بولا خان، اوباوڑو، ڈہرکی، ٹھل، تنگوانی، کھاروچھان، صوبھو دیرو، گمبٹ، وارہ، جھڈو، پڑعیدن، دولت پور، سنجھورو، لکھی غلام شاہ، صالح پٹ، چھاچھرو، پتھورو۔

اس سروے میں کل ۱۵ سوالات ترتیب دیے گئے تھے جو مذکورہ بالا دیہی علاقوں میں مختلف افراد سے دریافت کیے گئے۔ واضح رہے کہ ہر سوال میں جواب دینے والے افراد کی تعداد الگ الگ ہے کہ کچھ سوالات کا جواب مقامی افراد دینا ہی نہیں چاہتے یا نہیں دیتے۔

۱- کیا جائداد میں سے عورت کو حصہ ملنا چاہیے؟ (۶۰ افراد)

جی ہاں ۸۰ فی صد	جی نہیں ۱۵ فی صد	پتا نہیں ۵ فی صد

۲- عورت کو جائداد میں حصہ کیوں ملنا چاہیے جب کہ اس کے سارے اخراجات کی ذمہ داری تو مرد ہی اٹھاتا ہے؟ (۵۵ افراد)

اسے یہ حق آئین نے دیا ہے ۳۲ فی صد	اسلام نے اسے یہ حق دیا ہے ۶۰ فی صد	ظلم سے بچاؤ کے لیے مالی مضبوطی ضروری ہے ۸ فی صد

۳- عورت کے جائداد میں حصے کے بارے میں قرآن مجید کی ہدایات کا کتنے لوگوں کو علم ہے؟ (۱۹۷ افراد)

بہت کم لوگوں کو علم ہے ۶۹ فی صد	سب کو پتا ہے ۹ فی صد	کسی کو نہیں پتا ۲۲ فی صد

۴- عورت کو جائداد میں سے حصہ کیوں نہیں دیا جاتا؟(۱۸۷افراد)

خود مختار نہ ہو جائے ۱۷ فی صد	اپنی مرضی نہ چلائے ۳۲ فی صد	اپنے شوہر کی فرماں بردار رہے ۵۱ فی صد

۵- کیا عورت کو جائداد میں حصہ اس لیے نہیں دیا جاتا کہ اسے جہیز دے دیا جاتا ہے؟(۱۷۹افراد)

جی ہاں ۹۰ فی صد	جی نہیں ۹ فی صد	پتا نہیں ۱ر فی صد

۶- عورت کو جائداد میں سے حصہ نہ دینے کی سب سے بڑی وجہ کیا ہے؟(۱۴۱افراد)

عورت محکوم ہے محکوم ہی رہے ۳۶ فی صد	مال ملنے سے عورت بھی مرد کی برابری کر سکتی ہے جو مرد کو برداشت نہیں ۴۱ فی صد	مالی استحکام کی وجہ سے عورت اپنا سماجی مقام حاصل کرنے میں کام یاب ہوتی ہے ۲۳ فی صد

۷- عورت اپنی جائداد سے دست بردار ہوتی ہے کیا یہ رضاکارانہ عمل ہے یا جبرا؟(۱۰۱افراد)

رضاکارانہ ۱۵ فی صد	جبر کیا جاتا ہے ۷۵ فی صد	جذباتی بلیک میل کیا جاتا ہے ۱۰ فی صد

۸- عورت کا جائداد سے محرومی میں جہالت اور لاعلمی کا کیا عمل دخل ہے؟(۱۷افراد)

اصل وجہ ہی اس کا جاہل ہونا ہے ۲۱ فی صد	وہ پڑھ لکھ بھی لے تب بھی اندرون سندھ کا مرد معاشرہ اس کا حق نہیں دیتا ۱۷ فی صد	پتا نہیں ۸ فی صد

۹- کتنے فی صد دیہاتی عورتیں جائداد میں سے اپنا حصہ لینے میں کام یاب ہوتی ہیں؟(۱۰۹افراد)

۷۱ فی صد نہیں لے پاتیں	۸ فی صد لے لیتی ہیں	۲۱ فی صد پتا نہیں

۱۰- کیا ”کاروکاری“ بھی عورت کو جائداد سے محروم رکھنے کی ایک وجہ ہے؟(۱۳۹افراد)

جی ہاں ۴۳ فی صد	جی نہیں ۵۲ فی صد	پتا نہیں ۵ فی صد

۱۱- کیا ”ونی“ بھی عورت کو جائداد سے محروم رکھنے کی ایک وجہ ہے؟(۱۳۷افراد)

جی ہاں ۴۱٪	جی نہیں ۴۹٪	پتا نہیں ۱۰٪

۱۲- کیا ”قرآن سے شادی“ عورت کو جائداد سے محروم رکھنے کی ایک وجہ ہے؟(۱۵۹افراد)

جی ہاں ۳۷ فی صد	جی نہیں ۵۱ فی صد	پتا نہیں ۱۲ فی صد

۱۳- اندرون سندھ میں عورت کو جائداد میں سے اس کا حصہ کیسے دینا ممکن ہے؟(۱۶۱افراد)

عورت کو اس کے مالی حقوق کی تعلیم دے کر۲۹ فی صد	مردوں کو تعلیم دی جائے کہ اسلام عورت کو اس کے مالی حقوق دیتا ہے ۶۱ فی صد	حکومتی اداروں کی سختی کے ذریعے ممکن ہے ۱۰ فی صد

۱۴- عورت کو جائداد میں سے حصہ نہ دینے پر حکومتی اداروں کا رویہ کیا ہوتا ہے؟(۱۴۳افراد)

تعاون کرتے ہیں ۰۳ فی صد	بالکل بھی تعاون نہیں کرتے ۹۱ فی صد	کبھی تعاون کرتے ہیں اور کبھی تعاون نہیں کرتے ۰۶ فی صد

۱۵- عورت کو جائداد سے محروم کرنے میں جاگیر دار طبقے کا کتنا حصہ ہے؟(۱۵۷افراد)

جاگیر دار طبقے کا سب سے بڑا ہاتھ ہے ۷۹ فی صد	جاگیر دار طبقے کا بھی اس میں عمل دخل ہے ۱۲ فی صد	جاگیر دار طبقے میں سے کوئی دینا بھی چاہے تو معاشرے میں دیگر افراد نہیں دینے دیتے ۹ فی صد

اس سروے کے نتیجے میں درج ذیل تناسب سامنے آتا ہے۔

شہری سندھ میں ۳۵فی صد خواتین کو میراث ملتی ہے جب کہ ۳۰فی صد رضاکارانہ طور پر اپنے حق میراث سے دست بردار ہو جاتی ہیں۔اور ۱۰فی صد کو پوری آگاہی نہیں تاہم ۲۵فی صد مجبور ہیں۔

دیہی سندھ میں صرف ۲۰فی صد اپنا حق میراث لینے میں کام یاب ہو پاتی ہیں۔

خوش آئند بات یہ ہے کہ بڑی تیزی سے شعور بیدار ہو رہا ہے اسی لئے جاہلیت زدہ رسومات (ونی، کاروکاری، قرآن سے شادی وغیرہ) میں بہت کمی آگئی ہے۔

اختتامیہ

صوبہ سندھ میں ان مفاسد و رسوم بد کی نشان دہی تو کر دی گئی ہے کہ جو خواتین کے حق وراثت کے موانع کے طور پر سامنے آتے ہیں اور جو سندھ کی تہذیب و تمدن میں بس کر معاشی و معاشرتی برائی شمار کیے جاتے ہیں لیکن ایک حکیم و معالج اور مصلح و محقق کا کام محض عیوب و امراض کی نشان دہی تک محدود نہیں رہنی چاہیے جب تک کہ اس کی تحقیق سے مطلوبہ مقاصد اور ممکنہ تدارک و انسداد کے رہ نما اصول نہ مرتب کر لیے جائیں تا کہ آنے والے ادوار میں سماجی خامیوں کا قلع قمع کیا جا سکے اور معاشرہ پہلے سے بہتر اور خوش گوار ماحول میں اپنی سماجی سرگرمیاں زیادہ فعال طریقے سے انجام دے سکے۔ صوبہ سندھ میں خواتین کے حق وراثت کے جو موانع بیان کیے

گئے ہیں ان کے سدباب کے لیے اور صوبہ سندھ کی تہذیب و تمدن میں عورت کا اس فطری قانونی اور شرعی حق دلوانے کے لیے درج میں چند گزارشات پیش کی جاتی ہیں جو ہمارے مقالے کی تحقیق کے نچوڑ کا درجہ رکھتی ہیں۔

زیر بحث موضوع کے مختلف عنوانات کے جائزے کے بعد یہ نتیجہ بہ آسانی اخذ کیا جا سکتا ہے کہ ماد روطن کے صوبہ سندھ کے دیہی علاقوں میں عورت کے حق میراث کے جو موانع ہیں وہ بالتفصیل بیان کر دیے گئے ہیں۔ ان موانع میراث میں جملہ سماجی، معاشرتی و معاشی برائیوں کا احاطہ کیا گیا ہے جو معاشرے کے رسوم ورواج کی پختگی، جہالت اور کم علمی کی وجہ سے آج بھی اپنا اثر رسوخ رکھتے ہیں۔ المیہ یہ ہے کہ رسومات کے ان بندھنوں اور رواج کی ان بندشوں کے آگے آج بھی قانون اور عدالتیں خاموش اور بے بس ہیں۔ زیر نظر مقالے میں اس امر کا بھی جائزہ لیا گیا ہے کہ ان جاہلانہ رسوم ورواج کے آگے سجدہ ریز ہونے کے بجائے عوام الناس میں بیداری پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ چناں چہ مقالے کے لب لباب اور نچوڑ کے طور پر ایسی تجاویز بھی مقالے کا حصہ ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر معاشرے کی اصلاح و درستی کا خواب شرمندۂ تعبیر ہو سکتا ہے۔

ان تجاویز کی اساس رسول اللہ ﷺ کا وہ فرمان ہے جو امام بخاری رحمہ اللہ اپنی کتاب **الجامع الصحیح** میں روایت کرتے ہیں جس میں آپ ﷺ نے فرمایا: أَعْطِ كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ.[۲۳] کہ ہر صاحب حق کا حق ادا کرو۔

اور صاحب حق کو حق نہ دینے کی صورت میں جو فساد بپا ہوتا ہے اس کی ایک شکل خواتین کو حق میراث نہ دینے کی ہے جس کی وجہ سے نفرتیں، کینہ، بغض، حسد اور قتل وغارت گری جیسے منفی و شیطانی اعمال جنم لیتے ہیں۔ پاکستانی آئین میں عمومی طور پر خواتین کے حقوق کا تحفظ موجود ہے اور میراث کی تقسیم کے عمومی قواعد بھی موجود ہیں، لیکن بہ طور خاص خواتین کے حق میراث کے لیے آئین سازی کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞

۲۳- **صحيح البخاري**، كتاب الأدب، باب صنع الطعام و التكلف للضيف، ۸: ۳۲، رقم: ۶۱۳۹۔

List of Sources in Roman Script

- ❖ Al-Qur'an.
- ❖ Bukhari, abu Abdullah, Muhammad b. Ismail. *al-Jami' al-Ṣaḥīḥ*. al-Riyadh: darussalam.
- ❖ Abul Hussain, Muslim b. al-Hajjaj b, Muslim al-Qushairī. *al-Jami' al-Ṣaḥīḥ*. al-Riyadh: Dar ul tayyiba.
- ❖ Al-Ahdal, Ibrahim. *al-Amthāl*. Beirut: Dar-ul-'ilm, , 1995.
- ❖ Al-baihqi, abu Bakr ahmed b. al Hussain b. 'Ali. *al-Jami' li-shu'ib ul Imān*. Beirut: Maktabat ur rashd, 1423 AH.
- ❖ Abu 'Eīsā, Muhammad b. 'Eīsā. *al Sunun.* D al-Riyadh: darussalam.
- ❖ Mufti Muhammad Shafi'. *Aāj ka Sabaq*. Lahore: Idara Taalīfāt Asharfia, , 2012
- ❖ Iṣhāj, *Safar-ul-'adad*. Beirut: dar-ul-fikr.
- ❖ Quddūsi, A'jaz-ul-ḥaq. *Tarīkh Sindh*. Karachi: Markazi Urdu Board, 1971.
- ❖ Lahori, Mubashir Hussain. *Jahaiz ki Tabahkaariyan*, Lahore: Mubashir academy 2004.
- ❖ Musa Khan. *Islam mein aurat ki haisiyat*. Lahore: Dua publications, , 2004.
- ❖ Shehzad Iqbal Shaam, *Islam mein aurat ki istasnai haisiyat aur usski wajuh*. Islamabad: Sariah Academy, International Islamic University, 1997.
- ❖ Salahuddin Yousuf. *Masnoon Nikah aur Shaadi Biyaah ki Rasumaat*. Lahore: Darussalam, 2005.

- Sadia Baloch. *Aurton par Tashaddud aur Karokaari*, Islamabad: Pakistan commission baray insaani huqooq, 2013.
- Roznama Aazadi, ed. Choudhary Imtiaz Ahmed, Quetta
- Voice of America.
- Nawa-e- Waqt, Karachi
- Roznama Sajjag Multan,
- Nawa-e-waqt Multan
- Roznama Jasarat Karachi
- Roznama Jang Karachi